بخش نظم

مناجات

یہ عربی زبان کا لفظ ہے، جس کے معنی سرگوشی کرنے کے ہیں۔ چونکہ انسان اپنی نیازمندی اور عاجزی کا اظہار خدا کے سامنے دھیمے اور آہستہ لہجے میں کرتا ہے، اس لیے اس کو مناجات کہا جاتا ہے۔ اپنی نیازمندی کا اظہار نثر میں بھی کیا جاتا ہے اور نظم میں بھی۔ ایسی نظم کو دعائیہ نظم بھی کہہ سکتے ہیں۔

فارسی میں اکثر شاعروں نے مناجات یا دعائیہ نظمیں لکھی ہیں۔ ان میں شاعر نہایت عاجزی اور خاکساری کے ساتھ خدا کے حضور میں اپنی ناتوانی و مجبوری، گناہوں سے بھری زندگی کو دردناک لہجے میں بیان کرتا اور خدا سے نصرت و مدد کا طالب اور گناہوں کی بخشایش و مغفرت کا آرزومند ہوتا ہے۔ اس لیے ایسی نظموں میں بڑی تاثیر ہوتی ہے۔ اس کی زبان سہل، الفاظ قابل فہم اور اشعار بہت مترنم ہوتے ہیں۔

نصاب میں شامل مناجات نویں صدی کے مشہور فارسی شاعر حکیم نظامی گنجوی کی مثنوی ''سکندر نامہ'' سے لی گئی ہے۔ اور ان تمام خصوصیتوں کی حامل ہے، جو ایک مناجات میں ہونی چاہیے۔

نظامی گنجوی

حالات زندگی

حکیم ابو محمد الیاس بن یوسف بن زکی بن مؤید نام تھا اور نظامی تخلص۔ یہ گنجہ کے مقام پر ۵۳۵ھ میں پیدا ہوئے۔ گنجہ آذر بائیجان کے علاقہ میں ہے۔ یہ ہمیشہ گنجہ ہی میں رہے۔ یہیں تعلیم و تربیت حاصل کی۔ انھوں نے شادی بھی کی تھی۔ اس سے انھیں ایک بیٹا بھی تھا، جس کا نام محمد تھا۔ ان کو اپنے لڑکے سے بہت محبت تھی۔ انھوں نے اپنی کئی مثنویوں میں اس کا ذکر کیا ہے اور اسے پند و نصیحتیں بھی کی ہیں۔

نظامی کی زندگی میں آذر بائیجان اور اس کے نواح میں مختلف خاندانوں کی حکمرانی تھی اور یہ سب سلجوقی بادشاہوں کے ماتحت تھے۔ لیکن نظامی نے کبھی ان حکمرانوں کی بے جا تعریف نہیں کی اور نہ صلہ و انعام کے لیے ان کی شان میں قصائد کہے۔ آخری زندگی میں اس نے گوشہ گیری اختیار کر لی تھی۔

نظامی مثنوی کا بہت بڑا شاعر تھا۔ اس فن میں اس کی استادی کا ثبوت اس کی کتاب پنج گنج یا خمسۂ نظامی ہے۔ اس میں پانچ مثنویاں ہیں۔

(۱) مخزن الاسرار (۲) خسرو شیرین (۳) لیلیٰ مجنوں (۴) ہفت پیکر (۵) سکندر نامہ

ان ساری مثنویوں کے اشعار کی تعداد ۲۸ ہزار ہے۔ اس نصابی کتاب کی ''مناجات'' ان کی مثنوی سکندر نامہ سے لی گئی ہے۔ ان کی وفات ۵۹۹ھ میں ہوئی۔

نظامی نے داستانی یا رزمیہ مثنوی نگاری میں فردوسی کے بعد سب سے زیادہ شہرت پائی۔ نظامی نے داستانوں کے ضمن میں اخلاق اور حکمت کے مضامین بھی پیش کیے ہیں، نصیحتیں بھی کی ہیں اور دنیا کی بے ثباتی اور زمانے کی بے وفائی کو بھی مؤثر انداز میں لکھا ہے۔ ان کے علاوہ بھی بہت سی خوبیاں ان کی مثنویوں میں پائی جاتی ہیں، جن کا بیان طوالت سے خالی نہیں۔

خدایا! جہان پادشاهی ترا است
ز ما خدمت آید، خدائی ترا است

پناه بلندی و پستی توئی
همه نیستند، آنچه هستی توئی

چون عاجز، رهاننده دانم ترا
درین عاجزی کی نخوانم ترا

سپردم بتو مایۂ خویش را
تو دانی حساب کم و بیش را

بزرگا، بزرگی دها بیکسم
توئی یاوری بخش و یاری رسم

چون کردی چراغ مرا نور دار
ز من باد مشعل کشان دور دار

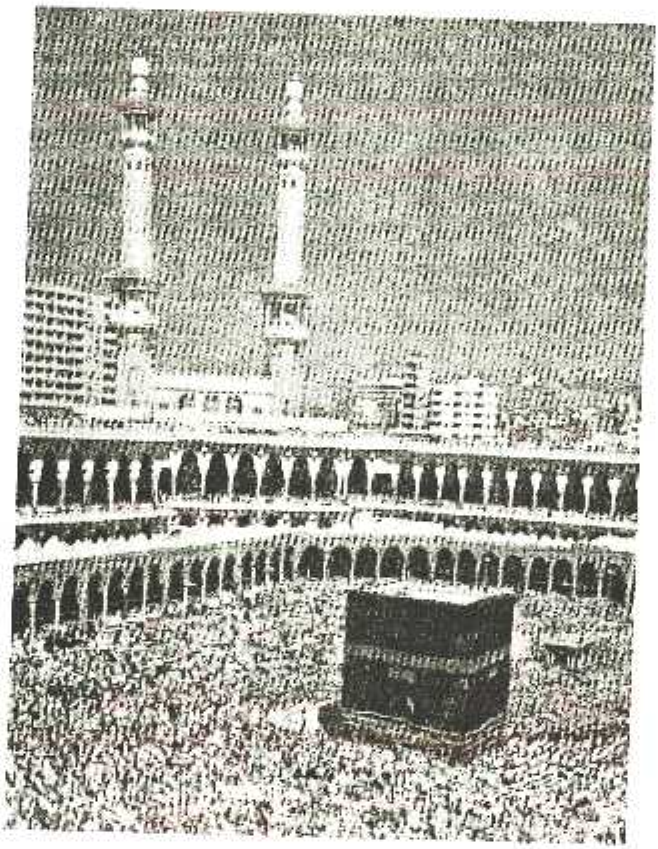

ABDIEL SOLUTIONS ABSOL

خداوندِ مائی و ما بندہ ایم
بہ نیروی تو یک بیک زندہ ایم

نظامیؔ درین بارگاہِ رفیع
نیاری بجز مصطفیٰؐ را شفیع

(نظامیؔ)

مشکل الفاظ کے معانی

جہان	=	دنیا
خدائی	=	حکمرانی
عاجز	=	مجبور
رہانندہ	=	چھٹکارا دینے والا
مایہ	=	پونجی
بزرگا	=	اے بزرگ۔ بزرگ کے آخر میں الف ندا ہے
بیکس	=	بے مددگار
یاوری	=	مدد (یاور + ی / یار + آور + ی)
یاری	=	مدد
مشعل کشاں	=	چراغ بجھانے والا
مگردانم	=	مجھ سے مت پھیر۔ گشتن مصدر سے فعل نہی صیغہ واحد متکلم ہے
نیرو	=	طاقت
گنج	=	خزانہ

رفیع	=	بلند
شفیع	=	شفاعت کرنے والا

قابل غور باتیں

- یہ اشعار مناجات کے ہیں۔ یہ ایک دعائیہ نظم ہے۔ اس میں مناجات کنندہ خدا تعالیٰ کے سامنے اپنی عاجزی، بیکسی اور کس مپرسی کا ذکر انتہائی انکساری کے ساتھ پیش کرتا ہے۔
- اس میں خدا تعالیٰ کی عظمت اور کبریائی کا بھی اظہار کرتا ہے۔
- مناجات میں بندہ اپنی معصیت کی بخشایش اور حاجت روائی کی درخواست ملتجیانہ لہجے میں کرتا ہے۔
- الفاظ میں سادگی اور خلوص ہوتا ہے، جس کی وجہ سے مناجات بہت پُر اثر اور پُر سوز ہوتی ہے۔ دلوں پر ان کا خاص اثر پڑتا ہے۔
- مندرجہ بالا مناجات اپنی اثر انگیزی میں کامیاب ہے۔

معروضی سوالات

۱۔ یہ نظم نظامی کی کس کتاب سے ماخوذ ہے؟

۲۔ اس کی پیدائش کب ہوئی تھی؟

۳۔ نظامی کے مندرجہ ذیل اشعار کا بامحاورہ ترجمہ کریں:

(الف) سپردم بتو مایۂ خویش را — تو دانی حساب کم و بیش را

(ب) خداوندمائی و ما بندہ ایم — بہ نیروی تو یک بیک زندہ ایم

(ج) نظامی درین بارگاہِ رفیع — نیاری بجز مصطفٰےؐ را شفیع

۴۔ مناجات کے لغوی معنی کیا ہیں؟

تفصیلی سوالات

۱- نظامی کے حالات زندگی کو مختصر الفاظ میں پیش کیجیے۔
۲- شاعر نے اس نظم میں اپنی کن کن خامیوں کا ذکر کیا ہے؟

مشق

۱- کسی دوسرے فارسی شاعر کی مناجات کو اپنے استاد کی مدد سے حاصل کیجیے۔
۲- مناجات کو پُر اثر اور دلسوزی کے ساتھ پڑھنے کی مشق کیجیے۔
۳- نخوانم میں ''ن'' نون اصلی ہے یا نون نفی۔
۴- اس نظم میں فعل نہی کی شناخت کیجیے اور اس فعل کے بنانے کا قاعدہ بتائیے۔

نعت گوئی

اشعار کا وہ مجموعہ جس میں کسی ذات کی تعریف و توصیف بیان کی جاتی ہے، اسے ہم "مدحیہ شاعری" کہتے ہیں۔ مدحیہ شاعری کی چار قسمیں ہیں۔ اوّل حمد، دوّم نعت، سوم منقبت اور چہارم قصیدہ۔ حمد اس کلام کو کہتے ہیں جس میں اللہ کی تعریف کی گئی ہو۔ نعت مخصوصاً حضور اکرم ﷺ کے اوصاف پر مشتمل کلام کو کہتے ہیں۔ منقبت اس کلام کو کہتے ہیں جس میں خلفائے راشدین، آلِ رسول ﷺ، ائمۂ کرام اور بزرگانِ دین کی تعریف کی گئی ہو اور قصیدہ وہ ہے جس میں کسی بادشاہ، وزیر، امیر، کبیر وغیرہ کی تعریف و توصیف نظم کی جائے۔

نعت میں رسول اللہ ﷺ کی سیرت و شمائل، معجزات و خصائل کا ذکر ہوتا ہے اور آپ ﷺ کے متعلق ہمارے کیا عقائد ہیں، اسے بھی بیان کیا جاتا ہے۔ فارسی میں نعتیہ شاعری ابتدا سے پائی جاتی ہے۔ اکثر غزلوں کے دیوان اور مثنویوں کے آغاز میں حمدیہ و نعتیہ اشعار لکھنا شعرا کا شعار رہا ہے۔ حضرت ظہور رحمۃ اللہ علیہ نے بھی اس روایت کی پیروی کی ہے اور اپنے دیوان کا آغاز حمد و نعت سے کیا ہے۔

حضرت شاہ ظہورؔ

حضرت شاہ ظہور کا پورا نام محمد ظہور الحق ہے اور تخلص ظہورؔ۔ وہ اپنے وقت کے مشہور صوفی بزرگ اور شاعر گذرے ہیں۔ ان کا لقب ''غوث الدہر'' کنیت ابوسعید اور عرفیت ''محدث پھلواروی'' ہے۔ شاہ ظہورؔ، حضرت تپاںؔ کے بیٹے، شاہ عبدالحق ابدال کے پوتے اور حضرت پیر مجیب اللہ پھلواروی کے پَرپوتے تھے۔ حضرت شاہ ظہور، جن کے پردادا کے نام سے پھلواری شریف کی خانقاہ مجیبیہ مشہور ہے، ۱۱۸۵ھ میں پیدا ہوئے اور ۱۲۳۴ھ میں انھوں نے وفات پائی۔

عمر شریف کے آخری دور یعنی ۱۲۳۰ھ میں، بعض وجوہات سے وہ اپنے والد کے ساتھ پھلواری شریف سے پٹنہ سیٹی منتقل ہو گئے اور خانقاہِ عمادیہ منگل تالاب کی بنیاد ڈالی۔ حضرت ظہورؔ خانقاہ شریف کے سجادہ نشیں تھے۔ ان کا وصال یہیں ہوا۔ جنازہ پھلواری شریف لے جایا گیا اور لال میاں کی درگاہ سے متصل قبرستان میں، اپنے والد کے پہلو میں آسودۂ خاک ہوئے۔ حضرت شاہ ظہور، حافظِ قرآن، حدیث کی دو مسلّم کتابوں بخاری شریف اور مسلم شریف کے بھی حافظ تھے۔ حضرت شاہ ظہورؔ صرف علم تفسیر و حدیث ہی نہیں بلکہ منطق، فلسفہ، تاریخ، فقہ اور علم مناظرہ و تجوید کے علاوہ متعدد ادبی فنون میں بھی پوری طرح مہارت رکھتے تھے۔ مختلف فنون میں عربی اور اردو تصانیف کے علاوہ فارسی زبان میں بھی ان کی ۲۶ کتابیں موجود ہیں۔ وہ فارسی کے صاحب دیوان اور قادر الکلام شاعر کی حیثیت سے بلند مقام رکھتے ہیں۔ ان کی یہ نعت شریف جو اس کتاب میں شامل ہے، ان کی بیاض سے لی گئی ہے۔

نعت پاک ﷺ

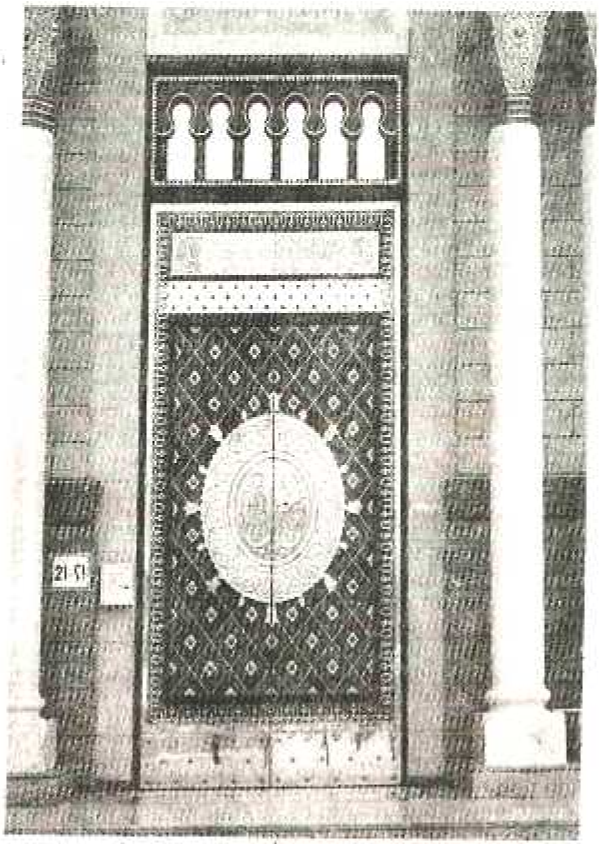

درِ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم

ای پیشوای اِنس و جان بنگر بما بہر خدا
وی ملتجای دو جہان بنگر بما بہر خدا

بارِ گنہ آوردہ ام روی سیہ آوردہ ام
از درگہ خویشم مران بنگر بما بہر خدا

از کس شنیدم ھدیہ را محبوب تر می داشتی
آوردہ ام اشکِ روان بنگر بما بہر خدا

من کمترین بندگان تو بہترینِ خواجگان
من جسم بی جانم تو جان بنگر بما بہر خدا

بر خاک تا کی سر زنم یا چاک سازم سینہ را
چشمی و ھردم خون فشان بنگر بما بہر خدا

بس فتنہ ھا بیدار شد دشوار بر ما کار شد
از درگہت خواھم امان بنگر بما بہر خدا

لب در شفاعت باز کن عصیانِ من بیحد گذشت
از شرم نکشایم دهان بنگر بما بهر خدا

من آن ظهورم بی نوا بر آستانت جبه سا
ای سید پیغمبران بنگر بما بهر خدا

(حضرت شاہ ظہور الحق ظہورؔ)

مشکل الفاظ کے معانی

پیشوا	=	رہبر، یہاں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات پاک مراد ہے
اِنس	=	انسان
جان	=	جنات، روح
بنگر	=	دکھادیں، دیدار کرادیں
بہ ما	=	ہم کو
بہر	=	لیے، واسطے
ملتجا	=	جس سے التجا کی جائے
بار	=	بوجھ
مران	=	نہیں بھگائیں۔ راندن سے فعل نہی
ھدیہ	=	تحفہ
شفاعت	=	سفارش
عصیان	=	گناہ

ABDIEL SOLUTIO ABSOL

جبہ سا	=	پیشانی رگڑنے والا
سید	=	سردار

قابل غور باتیں

- حضرت شاہ ظہور الحق ظہور کے حالاتِ زندگی سے آپ کو معلوم ہو گیا ہے کہ حضرت اعلیٰ پایہ کے عارف باللہ اور صوفیِ با صفا تھے۔ آپ کی ساری زندگی زہد و ریاضت میں گزری۔ کیوں کہ آپ عشق الٰہی میں بے خود و سرمست اور اسوۂ رسولؐ کے دلدادہ تھے۔ چنانچہ انھوں نے بھی رسول پاکؐ کی شان میں نعت کہی ہے اور ان کے دیوان غزلیات کی ابتدا میں موجود ہے۔
- اس نعت میں شاہ صاحب نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اپنی والہانہ عقیدت ومحبت کا اظہار کیا ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو انسان و جنات کا پیشوا اور دونوں جہاں کا مقتدا کہا ہے۔

دوسرے شعر میں یہ التجا کی ہے کہ مجھ کو گنہ گاری کی بنا پر دور نہ کریں ورنہ مجھ گنہ گار کو کہیں ٹھکانا نہیں ملے گا۔ اس طرح ہر شعر میں شاعر نے اپنی بیچارگی کو بیان کیا ہے۔ اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے امداد، ہمدردی اور رحم کی درخواست کی ہے۔ اور روز حشر اپنی شفاعت اور سفارش کے لیے عرض کیا ہے۔

- نعت گوئی ایک مشکل فن ہے۔ اس میں اکثر افراط و تفریط ہو جاتی ہے۔ شاہ صاحب کی نعت اس لحاظ سے بہت اچھی اور پاک صاف ہے۔ آسان لفظوں میں اپنی عقیدت ومحبت کا اظہار کیا گیا ہے۔
- اس میں بہت کم مشکل الفاظ استعمال کیے گئے ہیں اور اضافی ترکیبیں بھی کم ہی ہیں۔

ABDIEL SOLUTIONS ABSOL PATNA

معروضی سوالات

۱۔ نعت میں کس کی تعریف وتوصیف بیان کی جاتی ہے؟

۲۔ شاہ ظہور الحق ظہور رحمۃ اللہ علیہ کا تعلق کس خانقاہ سے ہے؟

۳- آپ کب دنیا میں تشریف لائے؟

۴- اس نعت کا کون سا شعر آپ کو پسند ہے، لکھیے؟

۵- رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو سید پیغمبراں کیوں کہا گیا ہے؟

تفصیلی سوالات

۱- نعتیہ شاعری کے بارے میں چند جملے لکھیے۔

۲- شاعر کی زندگی کے حالات کو مختصر طور پر لکھیے۔

۳- اس نعت میں شاعر نے جن خیالات کا اظہار کیا ہے، اسے تحریر کیجیے۔

مشق

۱- اس نعت میں مرکب اضافی اور مرکب توصیفی کے مرکبات کو چن کر لکھیے۔

۲- اس نعت کے مقطع کے پہلے مصرع میں ''سا'' کا لفظ ہے، اس کے کیا معنی ہیں، اور یہ اسم ہے یا فعل؟ اگر فعل ہے تو کون سا فعل ہے؟

ABDIEL SOLUTIONS

غزل

غزل ایک بہت ہی مشہور اور مقبول صنف شاعری کا نام ہے۔ لغت میں لفظ غزل کے معنی "صحبت کردن و شوخی کردن بازنان" یا "سخنی کہ در وصف زنان و در عشق آنان گفتہ شود" یعنی عورتوں سے باتیں کرنا اور گستاخی و مزاح کرنا یا وہ بات جو عورتوں کی تعریف اور اس کے عشق میں کی جائے۔ اور یہ سچ ہے کہ اگرچہ غزل میں اخلاق و تصوف اور حکمت و فلسفہ، غرض کہ طرح طرح کے مضامین ملتے ہیں، لیکن اس کا خاص تعلق عشقیہ موضوعات اور مضامین ہی سے ہے۔ غزل ایک ہیئتی صنف ہے یعنی اس کی بنیاد سانچہ پر رکھی گئی ہے، موضوع پر نہیں۔ مطلع، قافیہ، ردیف اور مقطع غزل کے اجزائے ترکیبی ہیں۔ غزل میں عموماً پانچ سے اُنیس اشعار ہوتے ہیں۔ مگر یہ تعداد لازمی نہیں ہے۔ غزل کے سب سے پسندیدہ شعر کو "بیت الغزل" کہا جاتا ہے۔

فارسی میں غزل کی ایجاد کا سہرا رودکی سمرقندی کے سر ہے اور غزل کی پہلی شاعرہ کا نام رابعہ قزداری ہے۔ شہید بلخی، دقیقی اور فرخی کے علاوہ اخلاق و تصوف کے بعض اہم شعرا جیسے عطار، رومی اور سنائی نے بھی اس صنف میں شہرت پائی ہے۔ فارسی غزل کی تاریخ میں سعدی شیرازی کو "امام غزل"، حافظ کو "سرخیل غزل" اور امیر خسرو کو "طوطی ہند" کہا جاتا ہے۔ ان شاعروں کے علاوہ صائب، عرفی اور غالب و بیدل کا بھی اس صنف میں بہت بلند مقام ہے۔ غزل کی شاعری میں ریاست بہار کے صوفی شاعر فرد پھلواروی کا نام بھی قابل ذکر اور معروف ہے۔ وہ بارھویں صدی ہجری میں گزرے ہیں۔ جدید دور کے شاعروں میں بہار خراسانی، شہریار اور فرخی وغیرہ استادانہ مرتبہ رکھتے ہیں۔ یہاں آپ کی نصابی کتاب میں رودکی، امیر خسرو اور فرد پھلواروی کی غزلیں شامل ہیں۔

رودکی

اس کا اصل نام جعفر بن محمد ہے۔ سمرقند کے نزدیک رودک نامی قصبے میں پیدا ہوا۔ یہ بھی مشہور ہے کہ رودک نامی سام موسیقی میں ماہر تھا اس لیے رودکی کہلایا۔ یہ بیان کیا جاتا ہے کہ وہ بینائی سے محروم تھا۔ اس کی تعلیم کہاں اور کیسے ہوئی، پتہ نہیں چلتا۔ اس نے بڑی طویل عمر پائی تھی۔ اس کی زندگی آرام سے گزری۔ اس نے ۳۲۹ھ میں وفات پائی، لیکن تاریخ پیدائش معلوم نہ ہوسکی۔

رودکی کو بعداز اسلام فارسی شاعری کا اولین بڑا شاعر کہا جاتا ہے۔ اس کو فارسی غزل کا بانی کہا جاتا ہے۔ رودکی قصیدے کا بڑا شاعر ہے اور ''خراسانی سبک'' میں اشعار کہتا تھا۔ اس سبک کی نمایاں خصوصیت سادگی اور سنجیدگی ہے۔

رودکی موسیقی اور نغمہ سرائی میں بھی مہارت رکھتا تھا۔ اور سامانی بادشاہوں کے دربار میں یہ اپنے اشعار خوش نوائی اور چنگ کے ساتھ سناتا تھا۔ روایت ہے کہ اس نے نصر بن احمد سامانی کے دربار میں اسی انداز میں وہ قصیدہ پڑھا تھا، جس کا پہلا مصرع:

بوی جوی مولیان آید ھمی

ہے۔ امیر نصر بن احمد سامانی ایک سفر میں بخارا کو بالکل بھلا بیٹھا تھا لیکن جب رودکی نے مندرجہ بالا مصرع سے شروع ہونے والی غزل کو اپنے مخصوص انداز میں ترنم کے ساتھ سنایا تو وہ بیقرار ہوگیا اور بخارا کی طرف چل پڑا۔

رودکی کی شاعرانہ عظمت کا فارسی کے بڑے شاعروں نے بھی اعتراف کیا ہے۔

رودکی کو قصیدہ، رباعی، مثنوی، قطعہ اور غزل میں مہارت حاصل تھی۔ اس کے اشعار میں بڑی سادگی، سنجیدگی، دقیق معانی، حکمت اور موعظت پائی جاتی ہے۔

(۱)

غزل

بوی جوی مولیان آید همی
یادِ یارِ مهربان آید همی

ریگِ آموی و درشتی راهِ او
زیرِ پایم پرنیان آید همی

آبِ جیحون از نشاطِ روی دوست
خنگ ما را تا میان آید همی

اے بخارا شاد باش و دیرزی
میر سویت میہمان آید همی

میر ماه است و بخارا آسمان
ماه سوی آسمان آید همی

میر سروست و بخارا بوستان
سرو سوی بوستان آید همی

(رودکی سمرقندی)

مشکل الفاظ کے معانی

جوی	=	نہر
مولیان	=	نہر کا نام
ریگ	=	بالو، گرد
آموی	=	ترکستان کا مشہور دریا جو کوہ ہندوکش سے نکل کر ارال جھیل میں گرتا ہے، اسے آمون اور آموبہ بھی کہتے ہیں۔
درشتی	=	سختی
زیر	=	نیچے
پایم	=	پای+م= میرا پاؤں
پرنیان	=	ایک قیمتی کپڑا
جیحون	=	ایک دریا کا نام
نشاط	=	خوشی، مسرت
خنگ	=	عاشق زار
میان	=	بیچ، کمر
شاد	=	خوش
باش	=	رہ، بودن مصدر سے فعل امر ہے
زی	=	زندہ رہ (زیستن مصدر سے امر حاضر)
سویت	=	سو+ی+ت= تیری طرف
ماہ	=	چاند، مہینہ
سوی	=	جانب، طرف
سرو	=	ایک قسم کا درخت ہے، جو بہت سیدھا ہوتا ہے اور سدا بہار ہوتا ہے اس پر خزاں کا اثر نہیں ہوتا۔

قابل غور باتیں

- شاعر نے ان اشعار میں اپنے ممدوح کو اپنے وطن کی یاد دلائی ہے، جس کو وہ اپنی مہم جوئی میں بھول چکا تھا۔ اس کے لیے اس نے اپنے وطن بخارا کے دریا، نہر اور ریتیلے میدانوں کا ذکر کیا ہے۔
- شاعر نے اپنے جذبات کے اظہار کے لیے بیانیہ اسلوب اختیار کیا ہے اور اپنی بات کو مؤثر کرنے کے لیے مختلف [illegible]ظر پیش کرتا ہے۔

[illegible] رودکی کیوں رکھا ہے؟

[illegible]؟

۱۔ جوڑے ملایئے:

یار مہربان

درشتی راہ

اے بچارا

سادگی

مرکب اضافی

مرکب توصیفی